119740 ـ کیا بیوی پر خاوند کی خدمت کرنا واجب ہے ؟

سوال

ہم اکثر سنتے ہیں کہ فلاں نے چھوٹے سے سبب کی بنا پر بیوی کو طلاق دے دی یا پھر بیوی کو زدکوب کیا، مثلا بیوی نے کھانا نہیں پکایا، یا کھانا لیٹ ہو گیا یا کھانا جل گیا، جب خاوند کو پوچھیں کہ ایسا کیوں کیا تو جواب دیتا ہے بیوی نے شرعی واجب میں سستی سے کام لیا ہے.
لیکن کیا آپ میں سے کسی نے یہ سوچا کہ آیا بیوی پر خاوند کی خدمت کرنے کا شرعی حکم کیا ہے ؟
آیا بیوی پر شرعا خاوند کی خدمت اور کھانا پکانا یا لباس دھونا واجب ہے یا نہیں ؟
کیونکہ جمہور علماء کرام کے قول کے مطابق بیوی پر خاوند کی ان امور میں خدمت کرنا واجب نہیں، لیکن اسے بغیر کسی جبر کے اختیار ہے وہ اپنی مرضی سے کر سکتی ہے میرا سوال یہ ہے کہ آیا یہ بات صحیح ہے ؟

پسندیدہ جواب

الحمد للہ.

بیوی پر خاوند کی خدمت کے واجب ہونے میں فقہاء کرام کا اختلاف پایا جاتا ہے، جمہور علماء کرام اسے واجب قرار نہیں دیتے، لیکن بعض اہل علم اسے واجب کہتے ہیں.

الموسوعة الفقهية الكويتية میں درج ہے:

" فقہاء کرام کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ بیوی کے لیے اپنے خاوند کی گھر میں خدمت کرنا جائز ہے، چاہے وہ ان عورتوں میں شامل ہوتی ہو جو اپنی خدمت خود کرتی ہوں یا نہ کرنے والی میں شامل ہوتی ہو، لیکن خدمت واجب ہونے میں فقہاء کرام کا اختلاف پایا جاتا ہے.

جمہور علماء کرام جن میں شافعیہ حنابلہ اور بعض مالکیہ شامل ہیں کے ہاں بیوی پر اپنے خاوند کی خدمت کرنا واجب نہیں، لیکن اس کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ عادت اور رواج کے مطابق خدمت کرے.

احناف کے ہاں بیوی پر خاوند کی خدمت کرنا واجب ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ اور علی رضی اللہ تعالی عنہما کے مابین کام تقسیم کرتے ہوئے گھریلو کام کی ذمہ داری فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا پر اور باہر کے اعمال علی رضی اللہ تعالی عنہ پر ڈالی تھی.

اس لیے احناف کے ہاں بیوی کے لیے خاوند کی خدمت کرنے کی اجرت حاصل کرنا جائز نہیں ہے.

لیکن جمہور مالکی حضرات اور ابو ثور اور ابو بکر بن ابی شیبہ اور ابو اسحاق جوزجانی کہتے ہیں کہ بیوی کو گھریلو کام رواج اور عادت کے مطابق کرنا لازم ہیں، کیونکہ فاطمہ اور علی رضی اللہ تعالی عنہما کے مابین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو کام کاج تقسیم کر دیے تھے، کہ فاطمہ گھر کے اندر والے اور علی باہر کے کام سرانجام دیں گے.

اور اس لیے بھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" اگر میں کسی شخص کو کسی دوسرے کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے، اور اگر آدمی اپنی بیوی کو جبل احمر سے جبل اسود تك جائے، اور جبل اسود سے جبل احمر تك جائے تواسے ایسا کرنا ہوگا "

جوزجانی کہتے ہیں: یہاں جو اطاعت ہے و ہ ایسی چیز میں ہے جس کا کوئی خاوند کو فائدہ نہیں لیکن اگر خاوند کی معاش کا مسئلہ ہو تو پھر وہاں اطاعت کیسے نہ ہوگی.

اور اس لیے بھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کو اپنی خدمت کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کرتے تھے:

" عائشہ مجھے کھانا کھلاؤ، عائشہ مجھے ذرا چھری پکڑاؤ اور اسے پتھر پر تیز کر دو "

امام طبری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" ہر وہ عورت جو گھر میں روٹی پکا سکتی ہو یا آٹا پیس سکتی ہو اور رواج ہو کہ وہ عورت گھر میں یہ کام خود کرے تو خاوند پر یہ کام لازم نہیں ہونگے " انتہی.

دیکھیں: الموسوعۃ الفقھیۃ (19 / 44).

موسوعۃ میں یہ بھی درج ہے:

" مالکیہ کا مسلك مزید وضاحت سے بیان کرتے ہیں:

" .. لیکن اگر وہ امیر ترین گھرانے سے تعلق رکھتی ہو تو اس پر خدمت واجب نہیں، اور اگر خاوند فقیر الحال ہو تو خدمت کریگی " انتہی

ديكھيں: الموسوعة الفقهية الكويتية (30/ 126).

خدمت لازم ہونے كى تاكيد اس بات سے بھى ہوتى ہے كہ اگر معاشرے ميں بيوى اپنے خاوند كى خدمت كرتى ہو اور لوگوں ميں عادت اور رواج ہو اور شادى ميں خدمت نہ كرنے كى شرط نہ لگائى گئى ہو تو بيوى كو خدمت كرنا ہوگى، كيونكہ اس كا اسى طرح شادى قبول كرنے كا معنى يہ ہے كہ وہ خدمت كرنا بھى قبول كر رہى ہے، اگر قبول نہ كرتى تو شادى ميں شرط ركھتى، اس ليے كہ عرف اور عادت و رواج شرط لگانے كے مترادف ہے.

اہل علم كى ايك جماعت نے بيوى كے ليے خاوند كى خدمت كرنا واجب بيان كرنے كے ساتھ اس كے دلائل بھى ذكر كيے ہيں.

شيخ الاسلام ابن تيميہ رحمہ اللہ كہتے ہيں:

" بيوى پر اپنے خاوند كى اچھے طريقہ سے مثل بمثل خدمت واجب ہے، اور يہ حالات كے مطابق مختلف ہوگى، لہذا ايك ديہاتى عورت كى خدمت شہرى عورت كى طرح نہيں، اور طاقتور عورت كى خدمت كمزور عورت جيسى نہيں، ہمارے اصحاب ميں سے ابو بكر بن ابى شيبہ اور جوزجانى نے يہى كہا ہے " انتہى

الاختيارات (352).

اور ابن قيم رحمہ اللہ كہتے ہيں:

" فصل: عورت كا اپنے خاوند كى خدمت كرنے كے بارہ ميں نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم كا حكم:

ابن حبيب " الواضحہ " ميں كہتے ہيں: جب على اور فاطمہ رضى اللہ تعالى عنہما نے خدمت كے بارہ ميں نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم كے پاس شكايت كى تو رسول كريم صلى اللہ نے ان كے درميان يہ فيصلہ كيا كہ فاطمہ باطنى گھر كے كام كاج كرے اور على ظاہرى باہر والے كام كرے.

پھر ابن حبيب كہتے ہيں: باطنى خدمت يہ ہے كہ: آٹا گوندھنا، اور روٹى پكانا، صفائى كرنا پانى وغيرہ لانا اور گھر كا سارا كام كاج كرنا.

صحيح بخارى اور مسلم ميں مروى ہے كہ فاطمہ رضى اللہ تعالى عنہا نے نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم سے چكى پيس كر ہاتھ خراب ہونے كى شكايت كرنے آئيں ليكن نبى كريم صلى اللہ عليہ كو گھر ميں نہ پايا، اور انہوں نے اس كا عائشہ رضى اللہ تعالى عنہا سے ذكر كيا، جب نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم گھر تشريف لائے تو عائشہ رضى اللہ تعالى عنہا نے انہيں فاطمہ كے آنے كا بتايا.

علی رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں: ہم اپنے بستر میں لیٹ چکے تھے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہم نے اٹھنا چاہا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اپنی جگہ ہی رہو، آپ ہمارے درمیان آ کر بیٹھ گئے حتی کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کی ٹھنڈک اپنے پیٹ پر محسوس کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" جس چیز کا تم نے مطالبہ کیا ہے کیا میں تمہیں اس سے بھی بہتر چیز نہ بتاؤں ؟

جب تم اپنے بستر پر آؤ تو 33 بارسبحان اللہ اور 33بار اور 33 بار اللہ اکبر کہو تو یہ تمہارے لیے خادم سے بھی بہتر ہے.

علی رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں: اس کے بعد میں نے کبھی بھی یہ عمل ترک نہیں کیا.

عرض کیا گیا: صفین والی رات بھی ترک نہیں کیا؟ تو انہوں نے فرمایا: صفین والی رات بھی ترک نہیں کیا "

اور صحیح حدیث میں اسماء رضی اللہ تعالی عنہا سے ثابت ہے کہ وہ اپنے خاوند زبیر رضی اللہ تعالی عنہ کے سارے گھر کی خدمت کیا کرتی تھی، اور ان کے گھوڑے کو چارا ڈالتی اور اس کی دیکھ بھال کرتی "

اسماء رضی اللہ تعالی عنہا سے ثابت ہے کہ وہ گھوڑے کو چارا ڈالتیں اور پانی لاتیں اور آٹا گوندھتی تھیں، اور دو ثلث فرسخ کی مسافت سے سر پر کھجور کی گٹھلیاں اٹھا کر لاتیں.

اس میں فقہاء کرام کا اختلاف پایا جاتا ہے سلف اور خلف رحمہ اللہ میں سے ایک گروہ گھر کی مصلحت والے کام کاج واجب قرار دیتے ہیں، ابو ثور کا کہنا ہے: بیوی اپنے خاوند کی ہر چیز میں خدمت کریگی.

لیکن ایک گروہ کسی بھی چیز میں خدمت واجب نہیں کرتا، ان میں امام مالک امام شافعی اور ابو حنیفہ اور اہل ظاہر شامل ہیں، ان کا کہنا ہے کہ عقد نکاح تو استمتاع اور فائدہ کا متقاضی ہے نہ کہ خدمت کا، ان کا کہنا ہے اس سلسلہ میں مذکورہ احادیث تو نفلی اور مکارم اخلاق پر مبنی ہیں اس میں وجوب کہاں سے ثابت ہوتا ہے ؟

لیکن خدمت واجب کہنے والوں نے دلیل اس سے لی ہے کہ یہی عادت اور معروف ہے جنہیں اللہ نے مخاطب کیا رہی عورت کہ وہ آرام کرے اور اس کا خاوند گھر کی صفائی کرتا پھرے اور خدمت کرے آٹا پیس کر گوندھے اور کپڑے دھوئے اور گھر کے سارے کام کرتا پھرے یہ تو ایک برا کام ہے.

اور پھر اللہ سبحانہ و تعالی کا فرمان تو یہ ہے:

اور ان عورتوں کو بھی ویسے ہی حقوق حاصل ہیں جس طرح ان کے حقوق ہیں اچھے طریقہ کے ساتھ البقرة (228)
.

اور ايك دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالی ہے:

مرد عورتوں پر نگران ہیں النساء (34).

اور جب عورت اپنے خاوند کی خدمت نہ کرے، بلکہ خاوند اپنی بیوی کا خادم ہو اور وہ خدمت کرے تو کیا یہ اس خاوند کی اپنی بیوی پر نگرانی و حکرانی ہے.

اور یہ بھی کہ مہر تو عورت کی شرمگاہ اور اس سے استمتاع کے حصول کے مقابلہ میں ہے، اور خاوند و بیوی میں سے ہر ایك دوسرے سے اپنی حاجت و ضرورت پوری کرتا ہے اور اللہ تعالی نے بیوی کا نان و نفقہ اور اس کی رہائش اور لباس وغیرہ تو استمتاع اور خدمت اور جو خاوندوں کی عادت ہے کے مقابلہ میں واجب کیا ہے.

اور یہ بھی کہ مطلق معاہدے اور عقد تو عادات کے مطابق ہوتے ہیں اور انہیں عادات پر محمول کیا جاتا ہے، اور عرف اور رواج تو یہی ہے کہ عورت اپنے خاوند کی خدمت کرتی اور گھر کے کام کاج کرتی ہے.

ان کا یہ کہنا کہ فاطمہ اور اسماء رضی اللہ تعالی عنہما کی خدمت تو احسان و نیکی اور نفلی طور پر تھی، اس کا رد یہ ہے کہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا خدمت کی بنا پر تکلیف اٹھاتی تھیں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ تعالی عنہ کو یہ نہیں فرمایا کہ خدمت کرنا اس پر لازم نہیں بلکہ خدمت تو تمہیں کرنی چاہیے.

کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حکم اور فیصلہ میں کسی کی طرف مائل نہیں ہوتے تھے، اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسماء رضی اللہ تعالی عنہا کو سر پر چارا اٹھائے ہوئے دیکھا اور زبیر رضی اللہ تعالی عنہ بھی ان کے ساتھ تھے تو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ: اس پر خدمت کرنا فرض نہیں، اور یہ ظلم ہے، بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خدمت کو صحیح قرار دیا، اور سب صحابہ کرام نے بھی اپنی بیویوں سے خدمت کرانا صحیح قرار دیا، حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ کچھ اسے ناپسند بھی کرتی ہیں اور کچھ رضامند بھی ہیں، اس میں کوئی شك و شبہ والی بات ہی نہیں ہے.

اور کسی گھٹیا اور شریف اور اسی طرح مالدار اور فقیر و محتاج میں فرق کرنا صحیح نہیں، دیکھیں سب سے شان و شرف و الی عورت اپنے خاوند کی خدمت کر رہی ہے، اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خدمت کی شکایت لے کر حاصل ہوتی ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی شکایت نہیں سنی.

اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں عورت کو قیدی کا نام دیتے ہوئے فرمایا:

" تم عورتوں كے متعلق اللہ كا تقوى اختيار كرو، يقينا وہ عورتيں تمہارے پاس قيدى ہيں "

العانى: قيدى كو كہا جاتا ہے، اور قيدى كا رتبہ يہى ہے كہ وہ جس كى قيد ميں ہے اس كى خدمت كرے، اور اس ميں بھى كوئى شك و شبہ نہيں كہ نكاح قيد اور غلامى كى ايك قسم ہے، جيسا كہ سلف رحمہ اللہ نے كہا ہے: نكاح غلامى ہے اس ليے تمہيں يہ ديكھنا ہوگا كہ وہ اپنى عزيزہ لڑكى كو كس كى غلامى اور قيد ميں دے رہا ہے، منصف شخص كے ليے مسلك ميں راجح قول مخفى نہيں رہا، اور دليل كے اعتبار سے كيا قوى ہے وہ بھى واضح ہوچكا ہے " انتہى

ديكھيں: زاد المعاد (5 / 186).

شيخ ابن عثيمين رحمہ اللہ كہتے ہيں:

" بيوى كا اپنے خاوند كى خدمت كا مسئلہ عرف اور رواج كى طرف رجوع كرتا ہے، جو عرف اور رواج ميں ہو كہ بيوى اپنے خاوند كى خدمت كرتى ہو اس ميں اس پر خاوند كى خدمت كرنا واجب ہے، اور جس ميں خدمت كا رواج اور عرف نہ ہو اس ميں واجب نہيں ہوگى، اور يہ جائز نہيں ہے كہ خاوند اپنے والدين كى خدمت پر بيوى كو مجبور كرے، اور اگر بيوى اپنى ساس اور سسر كى خدمت نہيں كرتى تو خاوند كو ناراض ہونے كا حق نہيں ہے.

اسے اس سلسلہ ميں اللہ سےڈرنا اور اللہ كا تقوى اختيار كرنا، وہ اس ميں اپنى طاقت اور قوت كا مظاہرہ نہ كرے كيونكہ اللہ تعالى اس سے بھى زيادہ طاقت ركھتا ہے، اور وہ بہت ہى بلند و بالا ہے.

اللہ تعالى كا فرمان ہے:

اگر بيوياں تمہارى اطاعت كرنے لگيں تو پھر تم ان پر كوئى راہ تلاش مت كرتے پھرو، يقينا اللہ تعالى بہت ہى بلند و بالا ہے انتہى

ماخوذ از: فتاوى نور على الدرب.

اور الشرح الممتع ميں شيخ ابن عثيمين رحمہ اللہ كہتے ہيں:

" صحيح يہى ہے كہ بيوى پر اپنے خاوند كى بہتر اور اچھے طريقہ سے خدمت كرنے كو لازم كيا جائيگا " انتہى

ديكھيں: الشرح الممتع (12 / 441).

شيخ ابن جبرين رحمہ اللہ سے درج ذيل سوال دريافت كيا گيا:

كيا بيوى پر اپنے خاوند كے ليے كھانا پكانا واجب ہے ؟

اور اگر وہ نہیں پکاتی تو کیا نافرمان کہلائیگی ؟

شیخ رحمہ اللہ کا جواب تھا:

" مسلمانوں میں ابھی تك یہی عرف اور رواج ہے کہ بیوی اپنے خاوند کی عادت کے مطابق خدمت کرتی ہے، اس کے لیے کھانا پکاتی اور اس کے کپڑے دھوتی اور گھر کے برتن وغیرہ صاف کرتی اور گھر کی صفائی بھی کرتی ہے، اور ہر وہ کام جو اس کے مناسب ہو انجام دیتی ہے.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے آج تك یہی عرف اور رواج چل رہا ہے اس کا کوئی انکار نہیں کرتا، لیکن بیوی کو ایسا کام کرنے کی مکلف نہیں کرنا چاہیے جس میں اس کے لیے مشقت ہو وہ اس کے لیے مشکل ہو، بلکہ عادت اور قدرت و استطاعت کے مطابق ہونا چاہیے، اللہ تعالی ہی توفیق دینے والا ہے " انتہی

دیکھیں: فتاوی العلماء فی عشرۃ النساء (20).

اس سے یہ راجح ہوا کہ عادت اور عرف کے مطابق خاوند کی خدمت کرنا واجب ہے، اور عورت کو گھریلو کام کاج کرنا ہوگا، اسی طرح خاوند گھر کے باہر کے کام جس میں کمائی وغیرہ شامل ہے سرانجام دےگا.

جو شخص جمہور علماء کرام کے قول خدمت واجب نہ ہونے کو لیتا ہے اسے ہم یہ کہیں گے کہ جمہور علماء کرام تو بیوی کے بیمار ہونے پر خاوند کو علاج کرانا بھی واجب نہیں کہتے کیونکہ ان کا کہنا ہے یہ بنیادی اور اساسی ضرورت نہیں، یا پھر نفقہ تو نفع کے مقابلہ میں ہے، اور علاج معالجہ تو اصل جسم کی حفاظت کے لیے ہے.

لیکن جو یہ دیکھے کہ اس دور میں تو علاج معالجہ اساسی اور بینادی ضرورت بن چکی ہے اس کے لیے یہی واضح ہوگا کہ بیوی کا علاج معالجہ کرانا واجب ہے.

سوال نمبر (83815) کے جواب میں اس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے آپ اس مطالعہ کریں.

اور یہ سوچا جائے کہ اگر بیوی نے گھر کے کام کاج نہیں کرنے تو اور کون کریگا ؟

کیونکہ خاوند تو سارا دن کمائی میں مشغول رہتا ہے، اور اکثر لوگ گھر میں ملازمہ رکھنے اور اس کی اجرت برداشت کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے.

اور اگر عورتیں خاوند کی خدمت نہ کریں اور گھریلو کام کاج سے انکار کر دیں تو مرد ان سے شادی کرنے سے ہی اعراض کرنے لگیں گے، یا پھر وہ عقد نکاح میں خدمت کی شرط رکھیں گے تا کہ کوئی اشکال ہی نہ رہے.

والله اعلم